خاندانی نظام کا استحکام اور قرآنی تعلیمات

محمد فہیم اصلاحی

خاندان سماج کی عمارت کا بنیادی پتھر ہے۔ اگر خاندان کا نظام درست نہ ہو تو ایک صالح معاشرہ کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس ادارے پر غیر معمولی توجہ دی ہے۔ قرآن کریم میں خاندانی نظام کی تشکیل کے لیے جو اصول وضوابط وضع کیے ہیں وہ ہر دور میں لائق توجہ وقابل عمل ہیں۔ ان کو اختیار کرنے پر ہی اس نظام کی بہتری اور ایک صالح معاشرہ کی تعمیر منحصر ہے۔

خاندان کی ضرورت واہمیت

انسان جب اس دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اس کے ماں باپ سے اس کا اولین رشتہ استوار ہوتا ہے پھر اس کے بھائی بہن اور دور ونزدیک کے ان تمام افراد سے اس کے تعلقات قائم ہوتے چلے جاتے ہیں جو اس سے خون کا رشتہ رکھتے ہیں۔ ان ہی سے اس کا خاندان تشکیل پاتا ہے اور ان ہی کے درمیان اس کی اجتماعی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ انسان اس سفرِ حیات میں مختلف مراحل سے گزرتا ہے۔ ایک مرحلہ پیدائش اور بچپن کا ہے جس میں وہ اپنی بقاء اور ضروریات کی تکمیل میں سراسر دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ اس مرحلہ میں اس کا خاندان اس کی نگہ داشت اور پرورش کرتا ہے، اس کی ضروریات پوری کرتا ہے اور اسے اس قابل بناتا ہے کہ وہ میدان عمل میں اپنا حصہ ادا کرسکے۔

انسان کی زندگی کا دوسرا مرحلہ عہد شباب کا ہے۔ اس مرحلہ میں وہ خاندان کا ایک ایسا فرد ہوتا ہے جو اس کی مدد کا مستحق ہوتا ہے اور اس کی مدد بھی کرسکتا ہے۔ اس مرحلہ

میں وہ ان سے جتنا تعاون حاصل کرتا ہے اس سے زیادہ ان کی معاونت کرتا ہے، چنانچہ عام طور پر خاندان کو اس کا تعاون حاصل ہوتا ہے۔

تیسرا مرحلہ پیری یا بڑھاپے کا ہے جو جوانی کے بعد شروع ہوتا ہے اس میں آدمی ضعف و ناتوانی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کی قوتیں اور توانائیاں آہستہ آہستہ کمزور پڑنے لگتی ہیں، کبھی یہ مرحلہ اتنا طویل ہوتا ہے کہ آدمی بچپن ہی کی طرح لمبی مدت کے لیے خاندان کی توجہ اور خبر گیری کا دوبارہ محتاج ہو جاتا ہے۔

یہ مراحل بالعموم فطری رفتار سے آتے ہیں لیکن بعض اوقات طبعی نقص، مرض یا کسی ناگہانی حادثہ یا کسی اور وجہ سے آدمی کا خاندان پر انحصار طویل عرصہ اور کبھی زندگی بھر کے لیے ہو جاتا ہے اور خاندان کی یہ ذمہ داری سمجھی جاتی ہے کہ وہ اس کی دست گیری اور خدمت کرتا رہے[۲]۔

خاندانی زندگی انسان کی خصوصیات ہے

حیوان اور انسان کے درمیان ایک بڑا فرق خاندانی نظام کا ہوتا ہے۔ حیوان کا کوئی خاندان نہیں ہوتا اور انسان کا امتیاز یہ ہے کہ وہ خاندانی زندگی گزارتا ہے۔ حیوان میں نر اور مادہ جنسی تسکین کے لیے ایک دوسرے سے قریب ہوتے ہیں اس سے اس کی نسل پھیلتی رہتی ہے وہ دونوں خاص طور پر مادہ اپنی نسل کی اس حد تک پرورش کرتی ہے کہ وہ خود سے زندہ رہ سکے۔ پھر ان کا ایک دوسرے سے تعلق باقی نہیں رہتا اور وہ الگ ہو جاتے ہیں۔ ان کے درمیان ہم دردی اور محبت کے جذبات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ اصل اور فرع کا احساس جاتا رہتا ہے اور وہ ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن جاتے ہیں، اس وجہ سے ان کا خاندان ہوتا ہے نہ ان کے اندر حقوق اور ذمہ داریوں کا تصور پایا جاتا ہے۔

انسان کا وجود بھی مرد اور عورت کے تعلقات پر منحصر ہے لیکن اس کا اپنی نسل سے تعلق وقتی اور عارضی نہیں بلکہ دائمی ہوتا ہے۔ وہ اصل اور فرع میں فرق و امتیاز کرتا ہے اسی بنیاد پر اس کے اندر تعاون کا جذبہ، حقوق اور ذمہ داریوں کا تصور ابھرتا ہے اور خاندان

وجود میں آتا ہے[۳]۔

خاندانی نظام کو درست رکھنے اور مستحکم بنانے کے لیے مرد و عورت دونوں ہی کے لیے کچھ حقوق و فرائض ہیں۔ خاندانی نظام اسی وقت خوشگوار اور نمونۂ رحمت بن سکتا ہے جب خاندان کے تمام افراد اپنی اپنی ذمہ داریوں کا حقیقی احساس و شعور اپنے اندر پیدا کریں اور اپنے اپنے فطری دائرہ کار میں رہتے ہوئے پورے خلوص اور مستعدی سے اپنی اپنی ذمہ داریاں انجام دیں اگر کسی ایک نے بھی اپنے فرائض میں کوتاہی دکھائی تو خاندانی نظام بکھر جائے گا اور زندگی انتشار و کشاکش کی نذر ہو جائے گی۔

اسلام میں خاندان دو قسموں پر مشتمل ہے:

۱- بنیادی قسم: جس میں صرف میاں بیوی اور اولاد ہوتے ہیں۔

۲- توسیعی قسم: جس میں میاں بیوی اور بچوں کے علاوہ والدین، بھائی، بہن، چچا، ماموں (خالہ، خالو، پھوپھا، پھوپھی) اور ان کی اولاد سب شامل ہیں۔ خاندان کی یہ قسم دور و نزدیک کے تمام رشتہ داروں کو سمیٹے ہوئے ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحیم عمران نے اپنی کتاب ''اسلامی میراث میں خاندانی منصوبہ بندی'' میں اولاد کے درج ذیل بنیادی حقوق بتائے ہیں۔

۱- زندہ رہنے کا حق۔

۲- اچھا نام رکھنے کا حق۔

۳- مکان، نفقہ اور امداد کا حق (جس میں طبی نگہ داشت اور غذا بھی شامل ہے)

۴- بچوں کے الگ سونے کے انتظامات کی ضمانت۔

۵- مستقبل کی سلامتی کا حق۔

۶- بہتر نشو و نما اور مذہبی تربیت کا حق۔

۷- جسمانی اور دفاعی تربیت کا حق۔

۸- جنس (Gender) اور دوسرے عوامل کے فرق کے باوجود مساوی سلوک کا حق۔

۹- حلال روزی سے ان کی پرورش کا حق۔

زندگی کا حق

اسلام نے بچے کے قتل کی سختی سے ممانعت کی ہے، خواہ اس کا کوئی بھی سبب ہو، غربت ہو یا افلاس کا ڈر یا عزت و وقار کا حد سے بڑھا ہوا احساس۔ ہر صورت میں اسلام نے قتل اولاد سے روکا ہے۔ قرآن مجید اس بات کی سختی سے مذمت کرتے ہوئے کہتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَوْلَـٰدَكُم مِّنْ إِمْلَـٰقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ (الانعام/۱۵۱)

اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمھیں روزی دیتے ہیں اور انھیں بھی دیں گے۔

قرآن مجید نے مزید فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَوْلَـٰدَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَـٰقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْـًٔا كَبِيرًا (بنی اسرائیل/۳۱)

اور دیکھو، افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو ہلاک نہ کرو۔ ہم ہی ہیں کہ انھیں بھی اور تمھیں بھی رزق دیتے ہیں، انھیں ہلاک کرنا بڑے ہی گناہ کی بات ہے۔

قرآن نے سورۃ التکویر میں فرمایا:

وَإِذَا ٱلْمَوْءُۥدَةُ سُئِلَتْ. بِأَىِّ ذَنۢبٍ قُتِلَتْ (التکویر/۸-۹)

اور جب زندہ دفن ہوئی (لڑکی) سے سوال کیا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی۔

شرعی اور اچھی زندگی کا حق

جب تک بچے کی شرعی اور قانونی حیثیت کو چیلنج نہ کیا جائے، بچہ اسی خاندان کا تصور کیا جائے گا جس میں اس نے جنم لیا ہے۔ اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ نے ایک عمومی قاعدہ یہ بیان فرمایا ہے:

الولد للفراش ۔ بچہ صاحبِ فراش (مالک یا عورت) کا ہے[۲۴]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بچے کی شرعی حیثیت کو تسلیم کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ شادی اور بچے کی ولادت میں کم از کم چھ ماہ کا فاصلہ ہو، کسی بچے کو قبول نہ

کرنے کے لیے اور ماں کی بے وفائی کو ثابت کرنے کے لیے جو ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے، خاوند کے لیے چار نیک گواہوں کا پیش کرنا ضروری ہے اور اگر خاوند ایسا کرنے میں ناکام رہے جو ایک عام بات ہے تو پھر اسے دوسرے شرعی حکم ''لعان'' کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔

اچھا نام منتخب کرنے کا حق

بچے کو عمدہ نام کا بھی حق حاصل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

من حق الولد علی الوالد أن یحسن أدبه و یحسن اسمه ۵۔

باپ پر بیٹے کا یہ حق ہے کہ وہ بیٹے کی اچھی تربیت کرے اور اس کو اچھا نام دے۔

دودھ پینے، سکونت اور طبی نگہداشت کا حق

یہ اصطلاحیں کسی وضاحت کی محتاج نہیں تاہم ایک بات کی طرف خصوصی توجہ دلانا ضروری ہے اور وہ ہے بچے کا یہ حق کہ ماں اسے دودھ پلائے۔ قرآن مجید نے اس باب میں فرمایا ہے:

وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن یُتِمَّ الرَّضَاعَةَ (البقرہ/۲۳۳)

جو باپ چاہتے ہوں کہ ان کی اولاد پوری مدت رضاعت تک دودھ پیے تو مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔

اولاد کے الگ سونے کے انتظامات کے حقوق

اولاد یہ بھی حق رکھتی ہے کہ ان کے لیے الگ سونے کے انتظامات کیے جائیں۔ اس حق کا ماٴخذ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

مروا أولادکم بالصلوٰة وهم ابناء سبع، واضربوهم علیها وهم ابناء عشر، وفرقوا بینهم فی المضاجع ٦۔

اپنے سات سالہ بچوں کو نماز کا حکم دو اور دس برس کے بچوں کو جو نماز نہ پڑھتے ہوں سزا دو، انھیں سوتے وقت ایک دوسرے سے الگ الگ رکھو۔

۶- بہتر مستقبل کی ضمانت:

آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

انک ان تدع ورثتک أغنیاء، خیر من أن تذرھم عالة یتکففون الناس کے۔

اپنی اولاد (وارثوں) کو مال دار چھوڑنا اس بات سے بہتر ہے کہ وہ معاشرے پر بوجھ بنیں اور لوگوں کی خیرات پر پلیں۔

۷- مذہبی تربیت اور عمدہ نشو ونما کا حق

اپنے بچوں کے ذہن میں اسلام کے مذہبی اعتقادات جاگزیں کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔ ان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور دیانت داری کی عادت ڈالیں اور شراب نوشی، منشیات کا کاروبار اور جنسی آوارگی جیسی برائیوں سے بچنے کی تربیت دیں۔ والدین کا یہ بھی فریضہ ہے کہ وہ بچوں کو اپنی تاریخ اور تاریخی ورثے سے واقف کرائیں۔ مسلم معاشروں میں ان فرائض کو پورا کرنا صرف مدارس ہی کا کام نہیں ہے بلکہ اس کی بنیادی ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت فرمائی اس کا قرآن مجید میں یوں ذکر آیا ہے:

يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (لقمان/۱۷)۔

اے میرے بیٹے! نماز کو قائم رکھ اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے روکا کر، اور جو کچھ پیش آئے اس پر صبر کیا کر۔ بے شک یہ (صبر) ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

جسمانی تربیت اور دفاعی تیاری کا حق

اسلام روح اور جسم دونوں کی ضروریات کا جامع اور متوازن انتظام کرتا ہے جہاں وہ مومن کو اصلاح وتقدس کی طرف متوجہ کرتا ہے وہیں جسم کو صحت مند اور قوی بنانے

کا حکم بھی دیتا ہے اور اس مقصد کے لیے صالح نیت، توازن اور شرعی حدود کے اندر ورزش، کھیل اور تفریح کی تعلیم و ترغیب بھی دیتا ہے تاکہ اولاد کو ذہنی و جسمانی امراض سے بچایا جائے۔ اسے فرصت کے اوقات کا صحیح مصرف مہیا کیا جائے۔ بچپن ہی سے ورزش کا عادی بنایا جائے۔ دنیا سے فتنہ و فساد کو مٹانے کی خاطر، جہاد کی قوت و صلاحیت پیدا کی جائے۔ جہاد کے لیے قوت کے حصول کی ترغیب اللہ کے اس حکم کی تعمیل ہے:

وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدْوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (الانفال/۶۰)۔	اور ان کے لیے جس حد تک کر سکو فوج اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو جس سے اللہ کے اور تمہارے دشمنوں پر ہیبت رہے۔

اولاد کے مساویانہ حقوق

اسلام نے بیٹوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے اور بیٹیوں سے تغافل برتنے یا ان پر سختی کرنے کی مذمت کی ہے۔

یہ اللہ کی نوازش ہے کہ جس کو چاہے بیٹی عطا کرتا ہے اور جس کو چاہے بیٹے سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثاً وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ (الشوریٰ/۴۹)	وہ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ عہد جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم کو اسلام نے ہمیشہ کے لیے بند کر دیا، جیسا کہ قتل اولاد کی ممانعت سے متعلق قرآنی آیات کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے۔ اسی طرح بچوں کا یہ حق ہے کہ والدین صرف حلال اور جائز ذرائع آمدنی سے ان کی پرورش کریں۔ علاوہ ازیں دیگر بہت سے حقوق ہیں مثلاً محبت کا حق، عزت کا حق، نکاح کا حق، تجہیز و تکفین کا حق وغیرہ۔

بیوی کے حقوق

بیوی کا مرتبہ چونکہ معاشرہ کی تعمیر و تشکیل میں سب سے زیادہ باوزن اور اہم ہوتا

ہے۔ اس لیے اس کے متعلق احکام بھی زیادہ ہیں۔ سورہ بقرہ، نساء، نور، روم، تحریم وطلاق میں اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں۔ ہم ان میں سے چند کو نقل کرتے ہیں تاکہ بیوی کی منزلت واہمیت، اس کی فطرت وصلاحیت اور اس کے متعلق حقوق وفرائض کی وضاحت ہوسکے۔ بیوی کا مقام بہت بلند ہے۔ یہ مرد کے لیے باعث تسکین ہے اور یہ سکون آپس کی محبت اور مروت سے حاصل ہوتا ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً (الروم/۲۱)۔	خدا کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور خدا نے تمہارے درمیان مؤدت ورحمت بنائی۔

بیوی کے ساتھ خوش اسلوبی سے زندگی بسر کرنا چاہیے۔ ان کی بات ناگوار خاطر ہوتی ہے تو اسے انگیز کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں خیر اور بہتری پوشیدہ ہو۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيراً (النساء/۱۹)۔	ان (بیویوں) کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو اور اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو ہوسکتا ہے کہ کسی چیز کو تم برا سمجھتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر کثیر رکھا ہو۔

بیویوں کے درج ذیل حقوق ہیں:

۱- مہر کا حق۔

۲- نفقہ (اخراجات) کا حق۔

۳- خلع کا حق۔

۴- مساوات کا حق۔

۱- مہر کا حق

بیوی کی حیثیت قبول کرتے ہی عورت کو یہ حق حاصل ہوجاتا ہے کہ وہ اپنا مہر

شوہر سے وصول کرے، اسی طرح عورت کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ اپنا معقول مہر مقرر کروائے، اور مہر میں ملنے والا مال عورت ہی کی ملکیت ہوگا۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ بسا اوقات والدین مہر بیٹی کو دینے کے بجائے اپنی جیب میں رکھ لیتے ہیں۔ یا شوہر ساری زندگی مہر ہی ادا نہیں کرتے بلکہ عورت کو یونہی مجبور کرتے ہیں کہ مہر معاف کردے۔ شریعت میں اس کی قطعاً اجازت نہیں بلکہ قرآن میں مردوں کو واضح حکم ہے:

وَآتُواْ النَّسَاء صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً (النساء/۴) عورتوں کو ان کا حق مہر پورا پورا ادا کرو۔

اس کی تائید بعض دوسری آیات سے بھی ہوتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً (النساء/۲۴)۔ یعنی جن عورتوں سے استفادہ کرو تو ان کا مہر بھی پورا ادا کرو۔

ہاں البتہ اگر عورت مہر وصول کرنے کے بعد اپنی خوش دلی سے کچھ یا مکمل مہر شوہر کو واپس کردے تو اس کے لیے اس مہر کو استعمال کرنا جائز ہے:

فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْساً فَكُلُوهُ هَنِيئاً مَّرِيئاً (النساء/۴) پس اگر وہ اس میں سے تمہارے لیے کچھ چھوڑ دیں اپنی خوشی سے تو تم اس کو کھاؤ کہ وہ تمھیں راس اور سازگار ہے۔

مہر کتنا ہو اس کی شریعت میں کوئی حد مقرر نہیں البتہ مہر شوہر کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے۔

۲-نفقہ (اخراجات) کا حق:

عورت کا دوسرا حق یہ ہے کہ شوہر اس کے کھانے پینے، لباس اور رہائش کے اخراجات برداشت کرے۔ سورہ طلاق میں حکم ہے:

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ (الطلاق/٦) اپنی حیثیت کے مطابق انھیں رہنے کا مکان دو۔

آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ شوہر پر بیوی کے کیا حقوق ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

تطعمها اذ طعمت وتکسوها اذا اکتسیت ۸۔ | جوتم کھاؤ وہ اپنی بیوی کو کھلاؤ اور جو تم پہنو اسی درجہ کا لباس اسے پہناؤ۔

ایک سائل کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

انفقه علی زوجتک ۹۔ | مال اپنی بیوی پر خرچ کرو۔

۳-خلع کا حق

اگر کوئی شوہر بیوی سے حقوق زوجیت حاصل کرنے میں ناکام رہے تو عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ عدالت سے نکاح فسخ (ختم) کروالے۔ اگر شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا ناممکن نظر آئے، صلح کی کوئی صورت نہ بن سکے تو بیوی کو یہ حق ہے کہ وہ عدالت سے خلع حاصل کر کے آزاد ہو جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (البقرہ/۲۲۹)

پس اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ وہ دونوں حدود الٰہی پر قائم نہیں رہ سکتے تو ان پر اس چیز کے باب میں کوئی گناہ نہیں ہے جو عورت فدیہ میں دے، یہ اللہ کے حدود ہیں تو ان سے تجاوز نہ کرو اور جو اللہ کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

عورت اگر کچھ دے دلا کر اپنے شوہر سے آزادی حاصل کرے تو شریعت کی اصطلاح میں اس کو خلع کہتے ہیں۔

۴-مساوات کا حق

اگر کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو مرد پر لازم ہے کہ وہ ان کے مابین مساوات کا معاملہ کرے۔ یہ مرد پر فرض اور عورت کا حق ہے۔ اس سلسلے میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُواْ فَوَاحِدَةً (النساء/۳)

اور اگر ڈر ہو کہ ان کے درمیان عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی پر بس کرو۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

من كانت له إمرأتان فمال الى احدهما جاء يوم القيامة وشقه مائل ۱۰۔

جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف جھکے یعنی اس کا حق ادا کرے (اور دوسری کا اس کے برابر نہ ادا کرے) تو قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہوگا یعنی لنجا ہوگا۔

شوہر کے حقوق:

اسلام نے خاندان کی سربراہی کی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے اور اسے خاندان کا سرپرست بنایا ہے۔ اس کی وضاحت کے لیے قرآن مجید نے ''قوام'' کی تعبیر اختیار کی ہے۔ لفظ قوام حفاظت و نگرانی اور کفالت و نگہداشت کا مفہوم اپنے اندر لیے ہوئے ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاء (النساء/۳۴)

مرد عورتوں پر نگراں ہیں۔

مرد کی برتری کے وجوہ

بِمَا فَضَّلَ اللّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُواْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ (النساء/۳۴)

(مرد عورتوں پر فوقیت رکھتے ہیں) اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا (محنت سے کمایا ہوا مال) عورتوں پر خرچ کرتے ہیں۔

جہاں شریعت نے بیوی کے بہت سے حقوق بیان کیے ہیں وہیں اس پر کچھ فرائض بھی عائد کیے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو بیویوں کو حکم دیتا کہ شوہروں کو سجدہ کریں ۱۱۔

۱- شوہر کا پہلا حق یہ ہے کہ بیوی پاکدامن رہے، خدا کی ہدایت کا تقاضا بھی

یہی ہے اور ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنائے رکھنے کے لیے بھی یہ انتہائی ضروری ہے۔اس لیے کہ اگر شوہر کے دل میں اس طرح کا کوئی شبہ پیدا ہو جائے تو پھر عورت کی کوئی خدمت واطاعت اور کوئی بھلائی شوہر کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتی۔قرآن کریم میں مومن عورتوں کی ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ مردوں کی امانتوں کی حفاظت کرنے والی ہیں (النساء/۳۴)۔اس میں عزت وآبرو کی حفاظت بھی شامل ہے۔دوسرے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بیوی اپنے شوہر کے گھر میں کسی کو نہ داخل ہونے دے مگر اس کی اجازت سے[۱۲]۔

۲- دوسرا حق یہ ہے کہ وہ شوہر کی ناشکری نہ کرے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

لاینظر اللہ إلی إمرأة لاتشکر لزوجھا۔	اللہ ایسی عورت پر رحمت کی نظر نہیں ڈالتا جو شوہر کی ناشکری کرتی ہے۔

۳- شوہر کا تیسرا حق یہ ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں بیوی اس کے مال، اس کی اولاد کی اچھی طرح حفاظت و نگرانی کرے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

والمرأة راعية علی بيت زوجھا[۱۳]۔	عورت شوہر کے گھر کی نگراں ہے۔

۴- شوہر کا چوتھا حق یہ ہے کہ بیوی ہر جائز حکم میں اس کی اطاعت کرے۔

قرآن میں ہے:

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ (النساء/۳۴)	پس جو نیک عورتیں ہیں وہ فرماں برداری کرنے والی ہیں۔

زوجیت کے لیے جب شوہر مدعو کرے تو اس کی اطاعت کرے حتی کہ شوہر کی اجازت کے بغیر اسے نفلی روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے[۱۴]۔

شوہر سے ادب سے بات کرنا، اس کے عزیزوں کی عزت کرنا بھی بیوی کے اہم فرائض میں داخل ہے۔

۵-امانتوں کی حفاظت کرے

حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ (النساء/۳۴) اور وہ مردوں کے پیچھے اللہ کی نگرانی میں ان کے حقوق اور امانتوں کی حفاظت کرتی ہیں۔

حقوق و امانت کی حفاظت میں وہ ساری ہی چیزیں شامل ہیں جو عورت کے پاس بطور امانت ہوتی ہیں اور شوہر عورت سے جن کی حفاظت کی بجا طور پر توقع رکھتا ہے۔ مال و اسباب کی حفاظت، عصمت و آبرو کی حفاظت، شوہر کے رازوں کی حفاظت، قول و قرار کی حفاظت وغیرہ سبھی اس میں شامل ہیں۔

۶-طلاق کا اختیار

اسلام میں طلاق کا حق مرد کے ساتھ مخصوص ہے، عورت کو یہ حق نہیں دیا گیا ہے۔ اسلام نے طلاق کی اجازت دی ہے لیکن اس کے ساتھ بہت سی ذمہ داریاں عائد کردی ہیں جو آدمی کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ یہ اقدام اس وقت کرے جب نفرت و عداوت کی خلیج بہت گہری ہو چکی ہو اور مصالحت کی کوئی صورت نہ ہو۔ ظاہر ہے رشتۂ ازدواج اسی صورت میں باقی رہ سکتا ہے جب کہ زوجین کے درمیان الفت و محبت کے تعلقات قائم ہوں جیسا کہ قرآن کی آیت: وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً (الروم/۲۱) سے بھی اشارہ نکلتا ہے۔

شریعت اسلام نے یہ بھی ظاہر کردیا ہے کہ یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے اس لیے اس اختیار کو آخری چارۂ کار کے طور پر استعمال کرنا چاہیے۔ چنانچہ شارع علیہ السلام نے فرمایا:

عن ابن عمرؓ أن النبی ﷺ قال: أبغض الحلال إلی الله الطلاق [۱۵] حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک حلال کاموں میں سب سے ناپسندیدہ عمل طلاق ہے۔

طلاق خدا اور رسول کو اس لیے ناپسند ہے کہ اس رشتہ کے کٹ جانے کے معنی صرف یہی نہیں کہ دو آدمی ایک دوسرے سے جدا ہو گئے بلکہ اس کی وجہ سے نہ جانے کتنے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ بعض دفعہ خاندان اور معاشرہ میں بغض وعداوت کی ایک مستقل بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اگر بچے ہوں تو پھر ان کی پرورش اور دیکھ بھال کا سوال کھڑا ہو جاتا ہے۔ غرض یہ کہ ایک طلاق کی وجہ سے خاندان ومعاشرہ میں کئی مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں۔

لیکن اگر رشتۂ ازدواج باقی رکھنا کسی صورت میں ممکن نہ ہو تو سوال یہ ہوتا ہے کہ طلاق دینے کی صورت کیا ہوگی۔ قرآن مجید نے اس کی وضاحت کردی ہے:

فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ (الطلاق/۱)	اور انھیں طلاق دو عدت کے حساب سے اور عدت کا شمار رکھو۔

۷- تعدد ازدواج کا اختیار

تعدد ازدواج کے سلسلے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک ایسا حق ہے جو مرد کو دیا گیا ہے اور عورت کو نہیں دیا گیا ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عورت کو بھی اس کا فائدہ پہنچتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ (النساء/۳)	اپنی پسند کی عورتوں میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرو۔

قرآن کی اس آیت نے تعدد ازدواج کو محدود کردیا ہے۔ امت کے تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ بیک وقت صرف چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔

والدین کے حقوق

معاشرے میں انسان کو جن ہستیوں سے سب سے زیادہ مدد ملتی ہے وہ والدین ہیں جو محض اولاد کو وجود میں لانے کا سبب ہی نہیں بلکہ ان کی پرورش کا ذریعہ بھی ہیں۔

والدین اپنی راحت اولاد کی راحت پر، اپنی خواہش اولاد کی خواہش پر اوراپنی خوشی اولاد کی خوشی پر نثار کردیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی شفقت اولاد کے لیے رحمت باری تعالیٰ کا وہ سائبان ثابت ہوتی ہے جو اسے زمانے کی مشکلات سے بچا کر پرورش کرتی اور پروان چڑھاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باری تعالیٰ نے اپنے لافانی ولاثانی کلام قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنی عبادت کے حکم کے بعد والدین ہی کا حق ادا کرنے پر زور دیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاعْبُدُواْ اللّٰهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً (النساء/۳۶)	اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔
وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ (لقمان/۱۴)	ہم نے انسان کو یہ تاکید کی ہے کہ وہ اپنے والدین کا حق پہچانے۔

والدین کے حقوق درج ذیل ہیں:

۱- والدین کا ادب واحترام۔

۲- والدین کی شکرگزاری۔

۳- والدین کے ساتھ حسن سلوک۔

۴- والدین کی خدمت۔

۵- والدین کی اطاعت۔

۶- والدین پر مال خرچ کرنا۔

۷- والدین کے لیے دعا کرنا۔

۱- والدین کا ادب واحترام

قرآن مجید میں ہے:

وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيماً (بنی اسرائیل/۲۳)	اور ان سے ادب واحترام سے بات کرو۔

یعنی گفتگو میں ان کی عظمت اور اپنے مقامِ فرزندگی کا خیال رکھو۔ ان کی کوئی

بات ناگوار ہونے پر اُف کہنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ارشاد باری ہے: فَلاَ تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ (بنی اسرائیل/۲۳)۔

۲- والدین کی شکر گزاری

محسن کی شکر گزاری اور احسان مندی، انسانیت اور شرافت کا اولین تقاضا ہے۔ انسانوں میں والدین کے احسانات اور ان کی نوازشوں کا کوئی بدل نہیں۔ وہ اولاد کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے ہیں اور ہر طرح کی قربانی دے کر ان کو اس لائق بناتے ہیں کہ وہ ایک مؤثر اور مفید وجود کی حیثیت سے سوسائٹی میں زندگی گزار سکیں۔اس غیر معمولی قربانی اور بے مثل سرپرستی کا فطری تقاضا ہے کہ اولاد کا سینہ والدین کی عقیدت و احسان مندی سے سرشار ہو۔ارشاد ربانی ہے:

أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (لقمان/۱۴)

(ہم نے وصیت کی ہے کہ) میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کے شکر گزار رہو۔

لیکن جس طرح اللہ جل شانہ کا شکر صرف زبان سے ''شکر'' کے کلمات نکالنے سے ادا نہیں ہوتا، اسی طرح والدین کا بھی شکر صرف زبان سے ادا نہیں ہوتا۔فرمایا:

وَصَاحِبْهُمَا فِيْ الدُّنْيَا مَعْرُوفاً (لقمان/۱۵)

دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا۔

۳- والدین کے ساتھ حسن سلوک

اگر کوئی ساری عمر بھی والدین کی خدمت کرے تو بھی ان کی پرورش، شفقت اور محبت کا بدلہ ادا نہیں کر سکتا۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْ إِسْرَائِيلَ لاَ تَعْبُدُونَ إِلاَّ اللّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً (البقرہ/۸۳)

اور یاد کرو جب کہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے۔والدین کے ساتھ احسان کرو گے۔

سورہ نساء میں فرمایا:

وَاعْبُدُواْ اللّٰہَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِہٖ شَیْئاً وَبِالْوَالِدَیْنِ إِحْسَاناً (النساء/۳۶)

اور اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

سورہ انعام میں ہے:

قُلْ تَعَالَوْاْ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَیْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُواْ بِہٖ شَیْئاً وَبِالْوَالِدَیْنِ إِحْسَاناً (الانعام/۱۵۱)

کہو، آؤ سناؤں جو چیزیں تم پر تمہارے رب نے حرام کی ہیں، وہ یہ ہے کہ تم کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

اولاد پر ماں باپ کی تعظیم و تکریم اور حسن سلوک ہمیشہ واجب ہے چاہے وہ بوڑھے ہوں یا جوان ہو۔

وَقَضٰی رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُواْ إِلَّا إِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ إِحْسَاناً إِمَّا یَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُھُمَا أَوْ كِلاَھُمَا فَلاَ تَقُل لَّھُمَا أُفٍّ وَلاَ تَنْھَرْھُمَا وَقُل لَّھُمَا قَوْلاً كَرِیْماً (بنی اسرائیل/۲۳)

اور تیرا رب صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہونچ جائیں تو ان سے اف تک نہ کہو، نہ انھیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا۔

بڑھاپے میں والدین کو خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے جس سے اہل وعیال بھی اکتانے لگتے ہیں۔ ہر سعادت مند کا کام ہے کہ اس وقت بوڑھے والدین کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری سے جی نہ ہارے۔ قرآن نے تنبیہ کی ہے کہ انھیں جھڑکنا اور ڈانٹنا تو کجا ان کے مقابلے میں زبان سے ''اف'' بھی مت کہو۔ بلکہ بات کرتے وقت پورے ادب و تعظیم کو ملحوظ رکھو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ وہ جہاد میں جانے کی اجازت لے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے، اس نے کہا ہاں۔ نبی ﷺ نے فرمایا تو تم ان کی خدمت کرو وہی تمہارے لیے جہاد ہے۔

عن عبدالله بن عمرؓ قال: جاء رجل الی النبی ﷺ یستأذنه فی الجهاد فقال أحیّ والداک قال نعم قال ففیهما فجاهد۱۶۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا:

أی الأعمال أحب إلی الله تعالی ؟قال الصلوٰة لوقتها، قلت ثم أیّ ؟ قال بر الوالدین فقلت ثم أیّ ؟ قال الجهاد فی سبیل الله۱۷۔

اعمال میں سے کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے؟ فرمایا: نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا، میں نے کہا اس کے بعد کون سا عمل زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا والدین کی خدمت کرنا، میں نے پھر پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔

۵-والدین کی اطاعت

والدین کا حکم ماننا اطاعت وفرمانبرداری کہلاتی ہے۔ دین اسلام میں جہاں اولاد پر والدین کے دیگر حقوق ہیں وہاں یہ لازم ہے کہ اولاد والدین کی اطاعت کرے۔ والدین کا اشارہ بھی اس کے لیے حکم ہے جس کی مثال ہمیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سیرت میں ملتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی سے متعلق اپنا خواب جب بیان کیا اور رائے لی تو بیٹے نے سر تسلیم خم کر کے عرض کیا:

قَالَ یَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ إِن شَاء اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ (الصافات/۱۰۲)

والد بزرگوار! آپ کو جس کا حکم ملا ہے اسے کر گزریے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

یعنی باپ کے اشارے پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے رضامندی ظاہر کی۔ باپ کی اطاعت کا یہ مثال نمونہ ہے جو امت مسلمہ کو دیا گیا ہے۔ ماں باپ کی اطاعت سے صرف ان امور کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جس میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو۔ چنانچہ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

وَإِن جَاهَدَاکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَأُنَبِّئُکُم بِمَا کُنتُمْ تَعْمَلُونَ (العنکبوت/۸)

اگر وہ یہ کوشش کریں کہ تم میرے ساتھ اسے شریک کرو جس کا تمھیں علم نہیں ہے تو ان کا کہنا نہ مانیے، تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے پھر میں ہر اس چیز سے جو تم کرتے تھے باخبر کروں گا۔

حدیث میں ہے: لاطاعة لبشر فی معصیة الله[۱۸]۔

۶- والدین پر مال خرچ کرنا

قرآن مجید میں ہے:

یَسْأَلُونَکَ مَاذَا یُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ (البقرہ/۲۱۵)

لوگ تم سے پوچھتے ہیں ہم کیا خرچ کریں؟ ان سے کہہ دیجیے! تم جو مال بھی خرچ کرو پس اس کے پہلے مستحق والدین ہیں۔

یعنی خدا کی مرضی کے مطابق اس کی راہ میں تم جو بھی خرچ کرو وہ اس سے باخبر ہے، وہ تمھیں ضرور اجر دے گا۔ لیکن یہ ضرور خیال رکھو کہ سوسائٹی میں تمہارے مال کے جو مستحقین ہیں ان میں سب سے پہلے والدین کا حق ہے۔

۷- والدین کے لیے دعا کرنا

وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْراً (بنی اسرائیل/۲۴)

اور دعا کرو کہ پروردگار! ان دونوں کے حال پر رحم فرما! جس طرح انھوں نے بچپن میں میری پرورش فرمائی۔

یعنی اے پروردگار بچپن میں جب میں انتہائی کمزور تھا تو انھوں نے انتہائی رحمت وشفقت سے میری پرورش فرمائی۔ پروردگار آج یہ بڑھاپے کی بےبسی اور کمزوری

میں مجھ سے زیادہ خود رحمت وشفقت اور سرپرستی کے محتاج ہیں۔ خدایا ان کی سرپرستی فرما اوران کے حال پر رحم فرما۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے والدین کی مغفرت کے لیے دعا فرمائی:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِناً وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِیْنَ اِلَّا تَبَاراً (نوح/۲۸)

اے میرے رب! میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی اور ہر اس شخص کی جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے اور تمام مومنین ومومنات کی مغفرت فرما اور کافروں کی ہلاکت ہی میں اضافہ کر)

بھائیوں اور بہنوں کے حقوق

والدین کی غیر موجودگی میں بھائیوں اور بہنوں کے حقوق وہی ہیں جو اولاد کے حقوق ہیں۔

بڑی بہن بڑے بھائی کے حکم میں ہے اور بڑا بھائی باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ بقول حضرت تھانویؒ اس پر بڑی بہن اور چھوٹی بہن کو قیاس کر لینا چاہیے[19]۔

جامع ترمذی کی روایت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

من کانت لہ ثلاث بنات أو ثلاث اخوات أو ابنتان أو أختان فأحسن صحبتھن واتقی اللہ فیھن فلہ الجنۃ[20]۔

جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں، دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں، اس نے انھیں اچھی طرح رکھا اور اللہ سے ڈرتا رہا تو فرمایا اس کے لیے جنت ہے۔

اسی طرح عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے نکاح کرے اسلامی نقطۂ نظر سے اسے کسی کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لاتنکح الایم حتی تستأمر ولاتنکح البکر حتی تستأذن[21]۔

بیوہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری لڑکی (بالغہ) کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔

یہ مختصراً خاندان کے افراد کے حقوق و فرائض بیان کیے گئے۔ اگر خاندان کے تمام افراد کو ان کے حقوق ملتے رہے تو خاندان نہ تو کبھی منتشر ہوگا اور نہ ہی زندگی انتشار و کشاکش کی شکار ہوگی۔ اس وقت اس کی بڑی ضرورت ہے کہ مسلمان ان باتوں کی طرف توجہ دیں اور قرآنی تعلیمات کے مطابق خاندان کے تمام افراد کے حقوق ادا کرتے رہیں تاکہ گھر و خاندان کا نظام اسلامی بنایا جاسکے اور اس کے نتیجے میں ہمارا معاشرہ درست ہو۔

حواشی و مراجع

۱ سید جلال الدین عمری، خاندان - تاریخ، ضرورت و اہمیت (اداریہ)، سہ ماہی تحقیقات اسلامی (علی گڑھ) ۳/۲۵، جولائی - ستمبر ۲۰۰۶ء، ص ۶

۲ سید جلال الدین عمری، تحقیقات اسلامی، محولہ بالا، ص ۶-۷

۳ حوالہ مذکور، ص ۸

۴ جامع ترمذی، ابواب الرضاع، باب ماجاء ان الولد للفراش

۵ سنن البیهقی فی شعب الایمان

۶ مسند احمد بن حنبل، موسسۃ الرسالۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۱/۳۶۹، حدیث نمبر ۶۷۵۶

۷ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ان یترک ورثته اغنیاء خیر من ان یتکففوا

۸ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی حق المرأۃ علی زوجها

۹ سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی صلۃ الرحم

۱۰ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب القسم بین النساء

۱۱ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی حق الزوج علی المرأۃ

۱۲ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لاتاذن المرأۃ فی بیت زوجها لاحد الا باذنه

۱۳ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب المرأۃ راعیته فی بیت زوجها

۱۴ بخاری، کتاب النکاح، باب صوم المرأۃ باذن زوجها تطوعاً

۱۵ سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی کراهیة الطلاق

۱۶ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب برالوالدین وانهما احق به

۱۷ صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل الصلوٰۃ لوقتھا

۱۸ مسند احمد بن حنبل، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۲/ ۲۱۸

۱۹ اشرف علی تھانویؒ، آداب زندگی، ورلڈ اسلامک پبلیکیشنز، دہلی (بدون تاریخ)، ص ۱۲

۲۰ جامع ترمذی، ابواب البر والاحسان، باب ماجاء فی النفقة علی البنات

۲۱ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لاینکح الاب وغیرہ البکر والثیب الا برضاھا

☆☆☆

معاشی مسائل اور قرآنی تعلیمات

(مقالاتِ سیمینار)

مرتبہ: اوصاف احمد وعبدالعظیم اصلاحی

یہ کتاب ادارہ علوم القرآن کے زیر اہتمام "معاشی مسائل اور قرآنی تعلیمات" کے موضوع پر ۶۔۷ر نومبر ۲۰۱۰ء کو منعقدہ سیمینار میں پیش کیے گئے مقالات کا منتخب مجموعہ ہے۔ ۹ مقالات پر مشتمل اس مجموعہ میں قرآن کریم کے حوالہ سے متعدد اہم معاشی مسائل زیر بحث آئے ہیں۔ قرآنی معاشیات پر مطبوعہ لٹریچر کے جائزہ کے علاوہ ان موضوعات پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے: قرآنی نظام معیشت کی خصوصیات، قرآن کی معاشی تعلیمات کا معاشرتی مسائل سے ربط، عصر حاضر کے معاشی مسائل کے حل میں قرآن کی رہنمائی، فساد فی الارض کے معاشی اثرات، قرآن کی روشنی میں ربا کی تحریم کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ، قرآن کا نظامِ میراث، قرآن کا قانونِ وراثت اور عورتوں کا حصہ، قرآن اور افزائش دولت۔ مقالات میں قرآنی آیات و احادیث کے علاوہ دیگر متعلقہ مآخذ کے حوالہ کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ مقالہ نگاران جدید جامعات و معروف دینی و علمی اداروں کے اساتذہ و محققین میں سے ہیں۔ قرآن کی معاشی تعلیمات کے مطالعہ اور عہد جدید کے معاشی مسائل کا قرآنی حل تلاش کرنے والوں کے لئے یہ بہترین تحفہ ہے۔

صفحات: ۲۵۶ قیمت: ۱۶۰ روپیے

ادارہ علوم القرآن، شبلی باغ، پوسٹ نمبر۔۹۹، دوھرا، علی گڑھ۔۲۰۲۰۰۲

Idarah Ulum al- Quran,Shibli Bagh, Post Box No.99, Doharra, Aligarh-202002